# انقلاب عظیم

(از مولوی عبدالصبور صاحب صابر بستوی متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

ناظرین کرام! یوں تو دنیا میں ابتدائے آفرینش سے لیکر اب تک بہت سے انقلابات آئے مختلف اہل دماغ کی مسلسل اور پیہم سعی وجدوجہد اور نتیجۂ فکر وعمل نے بہت سی قوموں کی کایا پلٹ دی بہت سی مدعی اصلاح تحریکیں اٹھیں اور اقوام کی دنیاوی واخروی فوز وفلاح کا سامان لیکر آئیں لیکن اگر ان انقلابات اور ان تحریکات پر تحقیقی نگاہ ڈالی جائے تو ان کو زیادہ سے زیادہ ایک وقتی انقلاب سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور محض ہنگامی جذبات وتاثرات کا عارضی نتیجہ کہا جا سکتا ہے اور یہی حقیقت آج تک دنیا نے ان انقلابات میں دیکھی بھی ہے۔ اسی طرح سے وہ ہنگامی تحریکیں بھی اپنی بے سروسامانی کی بنا پر زیر زمین دب کر رہ گئیں۔ لیکن یاد رکھئے کہ دنیا نے زبردست غلطی کا ارتکاب کیا ہے کہ اس نے ہنگامی جذبات کے ابھار کو انقلاب کہا، دنیا نے خونریزیوں وسفاکیوں کی عرفی فتح کو حقیقی فتح کہا، اور نپولین بوناپارٹ کو فاتح اعظم کے لقب سے یاد کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ انقلاب وہ ہے جو دماغوں کی کایا پلٹ دے، جو ذہنیتوں میں تغیر پیدا کردے۔ خونریزی وسفاکی سے لوگوں کے ظاہری اسباب پر تحکمانہ قبضہ کرنے کا نام فتح نہیں ہے۔ حقیقی فتح وہ ہے جس کے ذریعہ لوگوں کے دلوں کو فتح کر لیا جائے اور قلوب کو مسخر کر لیا جائے اس تاریخی حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی نظر تدبر کو دور تک پھیلا کر دیکھئے تو آپ کو بلاشبہ ماننا پڑے گا اور حقیقت واقعی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑیگا کہ انقلاب عظیم اس انقلاب کو کہا جا سکتا ہے جس کو فاتح عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آن کی آن میں اہل عالم کے دماغوں میں پیدا کیا اور اپنی انقلابی تحریک سے صدیوں کی غلط ذہنیتوں کو بدل ڈالا اور لوگوں کے قلوب کو مسخر کرکے اپنی تحریک کی طرف لوگوں کے دلوں کو مائل کیا۔ غور کرنے کی بات ہے کہ اس انقلابی تحریک کو چلانے کیلئے آنحضور صلعم بغیر لمبے لمبے پروگرام مرتب کئے تن تنہا دل میں ایک تڑپ اور دماغ میں خدائے واحد کی حاکمیت کا سودا لیکر اٹھے اور مدت قلیل میں کس برق رفتاری سے ساری دنیا کو اپنا ہمنوا بنا لیا۔ ذیل کی سطروں سے آپ کو دو سوالوں کا جواب ملیگا۔

(۱) اسلام کیونکر پھیلا؟

(۲) اس انقلابی تحریک نے جس کا نام اسلام ہے کیا انقلاب پیدا کیا؟

بانی اسلام نے جب اس دعوت توحید اور انقلابی پروگرام کو دنیا کے سامنے پیش کیا چونکہ یہ ایسی آواز تھی جو تمام کائنات کا نقشہ بدلنے والی تھی اور ہر سننے والے پر ضرب کاری لگاتی تھی کیونکہ اگر اسوقت بتخانوں کے پجاریوں کو

اپنی پجاریت، گرجوں کے راہبوں کو اپنی پاپائیت کے مٹنے کا خطرہ تھا تو دوسری طرف خود ساختہ معبودوں کی الوہیت معرض فنا میں تھی اگر ایک طرف نسل پرستوں اور قومیت پرستوں کے نسلی تفوق اور قومی برتری کے زوال کا خوف تھا تو دوسری طرف اجداد پرستوں کے موروثی طریقہ بل نتبع ما وجدنا علیہ اٰباءنا (یعنی ہم اپنے باپ دادا کے رسم ورواج کے پابند رہیں گے) کا استیصال تھا۔ اس لئے وہ مختلف قبائل جو ہر وقت آپس میں لڑنے کیلئے تیار تھے الکفر ملۃ واحدۃ کے مطابق سب مل کر اس دعوت حق کو دبانے کی خاطر ل گئے لیکن وہ آسمانی تحریک کب مٹنے والی تھی ؎ دشمن چہ کند چوں مہرباں باشد دوست

نتیجہ یہ ہوا کہ انھیں میں سے وہ لوگ آنحضور صلعم کے ساتھ ہوئے جنھیں بصارت کے ساتھ بصیرت بھی عطا ہوئی تھی جن کے قلوب پاک تھے جن میں اتنی صلاحیت موجود تھی کہ جب ان کے سامنے کی حقیقت کا انکشاف ہوگیا اور وہ بات ان کی سمجھ میں آگئی تو وہ اس کی حمایت میں اپنا سر کٹانے کیلئے تیار، مصائب جھیلنے کے واسطے مستعد، اور اس کی حفاظت کی خاطر تن من دھن نچھاور کرنیوالے تھے اور سچ تو یہ ہے کہ اسلام کو ایسے ہی راسخ العقیدہ افراد کی ضرورت تھی کیونکہ اگر ضعیف العقیدہ اور گھٹیا قسم کے لوگ اس تحریک میں شامل ہوتے تو وہ دن دور نہ تھا کہ یہ مقدس تحریک خود انھیں کے ہاتھوں فنا ہو جاتی لیکن چونکہ قدرت کو اس قسم کے لوگوں کے دست برد سے اس تحریک کو بچا کر ساری دنیا میں پھیلانا مقصود تھا اسلئے اس پاک تحریک میں وہی لوگ شامل ہوئے جو نسل انسانی کے بہترین جوہر تھے اور ایسے افراد سے یہ تحریک مضبوط ہوئی جنھیں گھر بار چھوڑنا پڑا اعزیز واقارب کو خیرباد کہنا پڑا لیکن ان کے عزم میں ذرہ برابر کمی نہ ہوئی۔ مارے گئے، قید وبند میں ڈالے گئے، تپتی ہوئی ریتوں پر گھسیٹا گیا، گرم پتھروں پر لٹایا گیا۔ سر پھوڑا گیا۔ کلیجہ چاک کیا گیا لیکن ان بلند ہمت مردوں کے پائے ہمت میں ذرا بھی کمزوری نہ آئی۔ اور ان تمام مصائب کے باوجود راہ حق میں کلمہ حق کی حفاظت میں ڈٹے رہے۔ بہر حال یہ چیزیں لامحالہ پیش آنیوالی تھیں اور آئیں اور کیوں نہ آتیں جبکہ تمام دنیا کے نظام کو بیک وقت تبدیل کر دینا اور ایک نیا نظام عمل پیش کرنا ساری دنیا کی مخالفت کا مول لینا تھا اسلئے قدرت کا یہ پہلا امتحان تھا کہ ناکارہ آدمیوں کو چھانٹ کر ان افراد کو رکھا جائے جو اس بھٹی میں پڑ کر رہے سہے زنگ سے پاک ہو کر دنیا کی اصلاح وفلاح کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے سکیں۔ چنانچہ جو لوگ اس تحریک میں شامل ہوئے انھوں نے آنیوالے مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور اس لئے نہیں کیا کہ اس سے ان کی کوئی ذاتی غرض وابستہ تھی، نہیں، ہرگز نہیں، بلکہ صرف حق کی حفاظت کیلئے، رب کی مرضی کے لئے، وہ پٹے تو اسی لئے، قید میں گئے تو اسی کی رضا کیلئے اور اس امتحان میں ان کی ایمانی قوت مضبوط ہوتی چلی گئی۔ ان کی ذہنیت میں ویسی ہی تبدیلی ہوئی جس کی ضرورت تھی کیونکہ جب کوئی شخص کسی مقصد کو لیکر اٹھتا ہے اور اس کی راہ میں مصائب، تکالیف، قید، جلاوطنی اور اس قسم کے دیگر موانع

سابقہ پڑتا ہے تو اس مقصد کی پوری کیفیت وحقانیت اس کے دل ودماغ پر چھا جاتی ہے اور ان مصائب کے آنے کی صورت میں اس مقصد کی ترویج واشاعت میں اپنی جان بھی قربان کر دیتا ہے اور نہایت ہی راسخ العقیدہ ہو جاتا ہے پھر چاہے اس کے سامنے مصیبتوں کا پہاڑ ہی کیوں آجائے اس کو دفع کرتا ہوا چلا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اگر ایک طرف ان کی یہ ذہنی تربیت ہو رہی تھی تو دوسری طرف اسلامی تحریک اپنی پوری رفتار سے پھیل رہی تھی کیونکہ مخالفین کا ایک جم غفیر جب اس منظر کو دیکھتا کہ چند حق پرست پیٹے جا رہے ہیں مارے جا رہے ہیں جلاوطن کئے جا رہے ہیں اور پھر بھی ان کے عزم راسخ میں کوئی فرق نہیں آتا تو فطری طور پر ان کے دلوں میں اس تحریک کے مقاصد معلوم کرنے اور اس تحریک کی تہ تک پہنچنے کا شوق پیدا ہوتا کہ آخر بات کیا ہے اور یہ سارا ہنگامہ کس لئے رچایا جا رہا ہے اور جب حقائق سے باخبر ہو جاتے اور یہ امر واقعی ان کے سامنے منکشف ہو جاتا کہ زر، زمین، زن کسی غرض کیلئے نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ ایک حقیقت ان کے سامنے منکشف ہو گئی ہے تو ان کے دلوں میں یہ فطری میلان پیدا ہوتا کہ وہ کونسی حقیقت ہے جو انھیں اپنا شیدا بنائے ہوئے ہے۔ اور دنیا و مافیہا سے بے خبر کر کے ان کی توجہ کامل کو اپنی طرف مرکوز کئے ہوئے ہے۔ جب انھیں معلوم ہو جاتا کہ وہ درشہوار لا الہ الا اللہ ہے اور اسی نے حیاتِ انسانی میں انقلاب برپا کر رکھا ہے تو ان کے دلوں پر شقاوت وبدبختی کے جو بے انتہا پردے پڑ چکے تھے ایک ایک کر کے چاک ہو جاتے ہیں اور سب کے سب اس تحریک کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں صرف وہ لوگ رہ جاتے ہیں جنھیں اجداد پرستی کے جنون اور دنیاوی عزوجاہ کی محبت نے اندھا بنا رکھا تھا۔

اگر ایک طرف اس تحریک کے شیداؤں کی یہ اسلام دوستی تھی تو دوسری طرف خود اس تحریک کے بانی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی مخالفین کو اسلام کی طرف دعوت دیتی تھی۔ آپ کے ہر فعل ہر قول ہر طرز سے اسلام کی صحیح معنوں میں ترجمانی ہوتی تھی وہ لوگ جو اسلام کی حقیقت سے واقف ہونا چاہتے آپ کی زندگی سے اسلام کی حقیقت معلوم کر لیتے۔ یہی وہ چیز تھی جو اسلام کے پھیلنے میں سب سے زیادہ موثر ثابت ہوئی۔ گو آپ کی پوری زندگی اسلام کی صحیح تصویر ہے لیکن میں چند واقعات نقل کر کے ثابت کردوں گا کہ آپ کی عملی زندگی کو اشاعتِ اسلام میں کسقدر دخل ہے۔

اہلِ قریش نے آپ کے سامنے حجاز کی حکومت پیش کی اور کہا کہ آپ اس تحریک کو بند کر دیں تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔ عرب کی حسین سے حسین ترین عورتیں آپ کے عقد میں دینے کو تیار ہیں۔ دولت کا انبار آپ کے قدموں پر نچھاور کرنے کو تیار ہیں۔ صرف ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ آپ اس تحریک کو بند کر دیں ہمارے معبودوں کو برا کہنا چھوڑ دیں مگر وہ ہستی اقدس جو ساری دنیا کے اصلاح وفلاح کا پروگرام لیکر اٹھی تھی جو دنیاوی عیش وآرام کو تج کر اخروی نجات کا سامان لائی تھی کیونکر ان پیشکشوں کو قبول کر کے ساری دنیا کو نجات وسعادت

ابدی سے محروم کرتی بالآخر اس پیشکش کو ٹھکرا کر گالیاں سننے اور پتھر کھانے پر اپنے آپ کو راضی کر لیا۔ یہی وہ واقعہ ہے جس سے اسلام کی حقانیت کا ظہور ہوا۔ اور لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

رؤسار قریش نے کہا کہ محمدؐ ہم تمہارے پاس کیونکر بیٹھیں جبکہ تمہاری مجلس میں ہر وقت رذیل مفلس معاذ اللہ کمینہ لوگ بیٹھتے ہیں اور جو لوگ ہمارے یہاں بالکل نیچے طبقہ کے لوگ ہیں تمہارے گرد و پیش جمع ہیں۔ بھلا اس صورت میں ہم تم سے کیسے مل سکتے ہیں۔ اور تمہاری مجلس میں بیٹھکر کیسے کوئی بات سُن سکتے ہیں انھیں ہٹا دو تو ہم تم سے ملنے کو تیار ہیں لیکن وہ ہستی جو اونچ نیچ کی تفریق مٹانے اور مساوات انسانی کی بنیاد ڈالنے آئی تھی وہ کیونکر اس مطالبہ کو مان سکتی چنانچہ صاف انکار کر دیا اور آنیوالی دنیا کیلئے عملی نمونہ پیش کرکے ہمیشہ کے لئے حسب نسب کی تفریق مٹاکر امیر و غریب شاہ و گدا کو ایک صف میں لاکھڑا کیا اور یوں دنیا سے ہمیشہ کے لئے اس انسانیت سوز نسلی امتیاز کو نیست و نابود کر دیا یہی وہ عملی نمونہ تھا جو رؤسار قریش کیلئے محیر العقول بنا اور بڑے بڑے متکبرین کے سر کو اسلام کے سامنے خم کرنیکا سبب بنا۔

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس مبارک تحریک کو لیکر اٹھے تھے اس میں نوع انسانی کی اصلاح مقصود تھی اس لئے آپ نے اس تحریک کو اپنے خاندان یا اپنے ملک و وطن تک محدود نہ رکھا بلکہ عام دعوت کے ذریعہ جملہ بنی نوع انسان کو اس تحریک میں شمولیت کی دعوت دی اور قدرت کی جانب سے یہ ہدایت بھی ہو چکی تھی کہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ۔ (یعنی ہم نے تم کو تمام عالم کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے) اس لئے اس دعوت عام کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر قوم کے ہر ملک کے ہر رنگ کے ہر نسل کے انسان اس کی طرف کھنچے اور اس کی حقانیت کے آگے سر تسلیم کو خم کیا۔ اگر آپ صرف عرب ہی تک اپنی آواز محدود رکھتے تو کیا غرض تھی کہ صہیب روم سے، بلال حبش سے، سلمان فارس سے اپنے اپنے وطن مالوف کو خیرباد کہکر اس تحریک پہ شیدا ہوتے اگر آپ صرف امراہی کو دعوت دیتے تو بیچارے خستہ حال مسکین محتاج (جن سے اسلام کو زیادہ تقویت پہنچی) اس تحریک میں کیسے شامل ہو سکتے تھے۔ اور آغوش اسلام میں کیونکر پناہ لے سکتے تھے۔ لیکن دراصل جو چیز اس جاذبیت میں کارفرما تھی وہ خالص خدا پرستی عامۃ الخلق کی نجات و فلاح اور بے لوث انسانی خدمت تھی۔ اور آپ کی اس دعوت عمومی کا نتیجہ تھا کہ ہر چہار جانب سے جھنڈ کے جھنڈ دلوں میں جذبہ شوق لیکر اسلام کی جانب مائل ہوئے۔ اور میں تو کہونگا کہ اسی مقصد کے لئے آپ کی بعثت عرب میں ہوئی کیونکہ عرب کا محل وقوع ایسا ہے کہ وہاں سے جو آواز بھی اٹھائی جائے بآسانی دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچ سکتی ہے۔

گر تعصب و جہالت کے پردہ کو ہٹاکر دیکھا جائے تو یہ حقیقت بے نقاب ہو کر سامنے آتی ہے کہ ساری دنیا کی نجات و فلاح کا سامان صرف اسلام میں ہے۔ دنیا میں بڑی بڑی مدعی ہدایت و اصلاح

تحریکیں ظہور میں آئیں لیکن اپنی اندرونی بے سروسامانی کی وجہ سے پامال ہوکر رہ گئیں اور معدودے چند جذباتی منچلے ان کے ساتھ ہوئے لیکن دنیانے ہرگز ان کا ساتھ نہ دیا۔ اس لئے کہ ساری دنیا کی ہدایت کی کفیل نہ ہوسکیں لیکن اسلام ساری دنیا کی ہدایت وفوز وفلاح کا ایک نیا نظام عمل مرتب کرکے لایا ہے۔ اس کا آغوشِ رحمت اتنا تنگ نہیں جتنا کہ مسیح علیہ السلام کا کہ " دیکھنا غیر قوموں کے پاس نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا" اور نہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح اتنا محدود کہ " جا اور بنی اسرائیل کو فرعون کے پنجے سے آزاد کرا اور ایک ایسی کتاب تجھے ملی ہے جو اولادِ یعقوبؑ کی میراث ہے " بلکہ اس کا تو اعلان ہے کہ ماارسلناک الا کافۃ للناس وماارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ (اور ہم نے تم کو تمام عالم کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے) اسی عمومی دعوت کو لیکر بانیِ اسلام اٹھے اور بلا تعیین ملک وملت ساری دنیا کو مخاطب کرکے فرمایا۔ ایھا الناس قولوا لا الہ الا اللہ تفلحون۰ اے لوگو! توحید الٰہی کے صحیح معنوں میں قائل ہوجاؤ تو کامیاب ہوجاؤگے۔ اور اسی عمومی دعوت ہی کی وجہ سے تو تمام قبائل جو باہم ہمیشہ برسرپیکار رہتے تھے الکفر ملۃ واحدۃ کے مطابق سب کے سب اس آواز کے دبانے میں متحد ہوگئے اور پھر جب حقائق ان کے سامنے منکشف ہوتے چلے گئے تو یہی مخالفین اسلام کے دائیں بازو ہوگئے۔ یہ تھی آپ کی دعوتِ عمومی اور اس کے خوش آئند ثمرات۔

مکہ سے جب آپ نے بحکمِ خداوندی ہجرت فرمائی تو مشرکین وکفار نے جو امانتیں آپ کے یہاں رکھوائی تھیں سب حضرت علیؓ کو سونپ دیں اور فرمایا کہ ہر ایک کی امانت اس کے حقدار کو پہنچا دینا۔ تھوڑی دیر آپ اپنے قیمتی اوقات صرف کرکے اس واقعہ پر غور فرمائیے کہ ایسی صورت میں جب دشمنوں کی کمیٹی میں آپ کے قتل کا فیصلہ ہوچکا تھا اور کوئی وجہ نہ تھی کہ آپ قتل نہ کئے جاتے لیکن اللہ کو اپنے پیارے حبیب کو بچاکر ساری دنیا کی ہدایت کا کام لینا تھا اسلئے آپ کو ہجرت کا حکم ہوا۔ ایسے مواقع پر دنیا پرست جو کچھ ہاتھ آتا ہے لیکر چلتا بنتے ہیں۔ لیکن خدا پرست بندہ (فداہ ابی وامی) نے ایسے موقع پر بھی اپنے جانی دشمنوں کا مال لینا بھی گوارا نہ کیا اور امانت ودیانتداری کا ایسا قابل تقلید کارنامہ انجام دیا کہ ساری دنیا محوِ حیرت ہوگئی۔ اور امانت و دیانتداری کا کوئی یہ پہلا واقعہ نہ تھا بلکہ یہ آپ کی وہ خصوصیت تھی جس کی وجہ سے اہل عرب کی طرف سے آپ کو الصادق الامین کا خطاب ملا تھا۔ اور یہی دیانتداری تھی کہ جس کی وجہ سے حجاز کی سب سے بڑی مالدار عورت خدیجہؓ (جنھیں بعد میں زوجۂ نبی ہونے کا شرف حاصل ہوا) نے تجارت کیلئے آپ کو منتخب کیا تھا یہی وہ آپ کی صداقت کا درخشاں کارنامہ تھا جو بہتوں کے اسلام لانے کا سبب بنا۔ اصل راز یہ ہے کہ بانیِ اسلام دنیاداری وریاست وسرداری کے لئے نہیں آئے تھے بلکہ صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی

حاکمیت تسلیم کرانے آئے تھے۔ لوگوں کو دنیا پرست نہیں بلکہ خدا پرست بنانے آئے تھے۔ اگر آپ کو ریاست و سرداری و دنیاداری کی حرص ہوتی تو قریش تو فخراً آپ کو اپنا سردار بنانے کیلئے آپ کے قدموں پر عرب کی دولت نچھاور کرنے کیلئے تیار تھے اور آپ نے قبول کر لیا ہوتا۔ اگر آپ تمام امانتوں کو لیکر چلدیئے ہوتے تو نہ صرف یہ کہ آپ کے دامنِ عصمت مآب پر دھبہ آتا بلکہ اسلام بدنام ہو کر زیر زمین دفن ہو گیا ہوتا اور اسلامی تحریک بجائے پھیلنے کے کالعدم ہو جاتی —— اور کیونکر ایسا نہ ہوتا کہ جب اس مقدس تحریک کے محرک ہی کا طرزِ عمل ایسا ہوتا تو خواہ مخواہ لوگ اس تحریک سے بدظن ہو جاتے اور اسلام کی طرف سے ان کا میلان پھر گیا ہوتا۔ چنانچہ یہی عملی نمونے تھے جن سے اسلام آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہوتا چلا گیا۔ اور مخالفین اسلام اسلام کی اصلی تصویر دیکھ کر کھنچے چلے آئے۔ آپ دیکھیں گے کہ سیدنا مسیح علیہ السلام کی تعلیمات اخلاقیات سے پُر ہیں لیکن خود اپنا عملی نمونہ مفقود —— زبور امثال و وعظ سے لبریز ہے لیکن صاحبِ زبور کی عملی زندگی پر ان مواعظ و امثال کا کوئی قابلِ ذکر اثر نہیں اور ان کی عملی زندگی کا کوئی زندہ نمونہ ہمارے سامنے موجود نہیں۔

آپ یاد رکھئے کہ کوئی مذہب یا کوئی تحریک اسوقت تک نہیں پھیل سکتی جبتک کہ اس مذہب کا بانی اس تحریک کا محرک خود نمونۂ عمل بنکر سامنے نہ آجائے۔ کوئی آواز گوش دل تک نہیں پہنچ سکتی جب تک اس آواز کا بلند کرنے والا مجسمۂ عمل بنکر بے نقاب نہ ہو جائے ورنہ یقین کیجئے کہ یہ آواز صحرا کی فضاؤں میں گم ہو کر رہ جائیگی۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اسلام دنیاداری کے لئے آیا اور اسلام بزور شمشیر پھیلا وہ پردۂ جہل و تعصب کو چاک کر کے عقل و شعور سے کام لیں اور آپ کی عملی زندگی کا مطالعہ کریں۔

ہاں ایک چیز اور آپ ذہن نشین کرتے جائیں کہ صرف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی عمل کا نمونہ نہیں بنے بلکہ اس تحریک میں جو بھی آپ کا ہم خیال ہوا وہ بھی مکمل طور پر اسلامی آئینہ ہو گیا۔ اور ان آئینوں میں لوگ اسلام کی صحیح تصویر دیکھنے کے بعد خود بخود قائل ہو جاتے کہ واقعی اسلام ہی کے دامن میں انسانی فوز و فلاح پنہاں ہے سخت سے سخت دشمنوں نے بھی اس چیز کا اقرار کیا اور بالآخر اسی مسلک کو قبول کیا جس کے خلاف وہ ہمہ تن سینہ سپر تھے۔ وہ مسلک جس سے زیادہ مبغوض کوئی چیز نہ تھی بالآخر اسی کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔ اور جس مقصد کی خاطر یہ ساری جدوجہد کی جارہی تھی بالآخر وہ مقصد پورا ہوا۔ اور ایک دن وہ بھی آیا کہ اسلام دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچا اور اس تحریک میں عملی جدوجہد کرنے والوں کو یہ مژدۂ جانفزا سنایا گیا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ الخ (سورہ مائدہ) آج ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔" پھر کیا تھا ساری دنیا پر پرچم اسلام لہرا رہا تھا۔ دنیا کا گوشہ گوشہ اسلامی تعلیمات سے منور تھا اور لوگوں کا مطمحِ نظر صرف اسلام تھا۔ اسلام پر قربان ہونے کو ہر وقت تیار تھے۔ اور یہ شعر پوری طرح

حرف بحرف صادق آرہا تھا سہ

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ بر کف   بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

یہ تھا اسلامی تحریک کے پھیلنے کا مختصر سا خاکہ جس کو میں نے آپ کے سامنے پیش کیا۔

**اسلامی انقلاب** اوپر کی سطروں میں آپ کو سوال اول کا جواب اختصار سے دیا جا چکا ہے اب آپ دوسرے سوال کی طرف آیئے اور دیکھئے کہ اسلام نے کیا انقلاب پیدا کیا جبکہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حقیقت میں انقلاب وہ ہے جو ذہنیتوں میں پیدا ہو۔ یہ چیز اس انقلاب میں بدرجہ اتم موجود ملیگی جس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کیا تھا۔ مورخین نے غزوات کو تاریخوں میں اتنا نمایاں کر دیا ہے جس کو مخالفین کو یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کا یہ انقلاب غزوات کے ذریعہ ہوا۔ حالانکہ اگر آپ انصاف سے کام لیں تو معلوم ہوگا کہ ان تمام لڑائیوں میں۔ (جن میں عرب جیسی جنگجو قوم کو مسخر کیا گیا) طرفین کے جانی نقصانات ہزار بارہ سے زائد نہیں اس تاریخی حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے دیگر انقلابات کی تاریخ سامنے رکھئے تو لامحالہ آپ کو ماننا پڑیگا کہ اسلامی انقلاب غیر خونی انقلاب ہے، اسلامی انقلاب میں ذہنی و دماغی اصلاح کارفرما تھی۔ نورِ صداقت کا پرتو ان کے دماغوں پر جا کر پڑتا تھا جس کی وجہ سے یہ ذہنی و دماغی انقلاب ظہور میں آیا۔ اس انقلاب کے بعد نہ صرف نظامِ ملک بدل گیا بلکہ زاویۂ نگاہ بدل گیا۔ طرز تفکر و تدبر بدل گیا۔ فطری عادات و اطوار بدل گئے۔ خلاصہ یہ کہ پوری قوم کی کایا پلٹ گئی۔

چنانچہ وہ لوگ جو اس انقلاب سے پہلے زنا کی برائی میں ملوث رہتے تھے اور اس میں کوئی قباحت بھی نہ محسوس کرتے تھے وہی اس ذہنی انقلاب کے بعد عورتوں کی عصمت کے محافظ بن گئے وہ لوگ جن کی گھٹی میں شراب پڑ چکی تھی وہی اس ام الخبائث سے لوگوں کو پاک کرنے اور محفوظ رکھنے کے لئے سینہ سپر ہو گئے وہ لوگ جو چور و ڈاکو تھے اور جور و ظلم سے لوگوں کا مال غصب کرنے اور مالِ حرام کے کھانے میں ذرا بھی باک نہ محسوس کرتے تھے وہی اسقدر متدین ہو گئے کہ اپنے احباب کے گھر کھانا کھانے میں بھی تامل کرتے کہ مبادا یہ مال حرام سے نہ ہو اور شاید اس پر بھی ناجائز طریقہ پر مال کھانے کا اطلاق نہ ہو جائے۔

ان کی دیانت کا اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ فتح ایران کے موقع پر ایک معمولی سپاہی کو حکومتِ ایران کا نہایت ہی قیمتی شاہی تاج مل گیا۔ لیکن وہ امانت و دیانت کا پیکرِ مجسم سپاہی اس شاہی تاج کو اپنے پھٹے ہوئے کمبل میں رات کے وقت چھپا کر سپہ سالار کی خدمت میں حاضر کیا۔ خلوص و للہیت کا یہ عالم ہے کہ رات میں چھپا کر لیجاتا ہے تاکہ اس کی دیانتداری کی شہرت نہ ہو جائے۔ اور اس کے خلوص پر ریاکاری کا دھبہ نہ لگ جائے۔ وہ خونخوار درندے جن کی نظر میں انسانی جان کی کوئی قیمت نہ تھی محض معمولی باتوں پر

انسانی جان کو تلف کر دینا کوئی بڑی بات نہ تھی وہ بے درد و بے رحم وحشی انسان جو نہایت بے دردی سے اپنی زندہ بیٹیوں کو نذر گور کر دیتے تھے اسلامی انقلاب سے متاثر ہونے کے بعد وہی محافظ جان بن گئے۔ اور ان کے نزدیک ایک بے گناہ کی جان عزیز ضائع کرنے سے بڑھکر کوئی گناہ نہ تھا۔

وہ ظالم اہل عرب جن کو عدل و انصاف کی ہوا بھی نہ لگی تھی ان کی راست بازی وحق پروری کا یہ عالم ہو گیا کہ صلح خیبر کے بعد ان کا تحصیلدار جب یہودیوں سے سرکاری ٹیکس وصول کرنے گیا تو یہودیوں نے ایک گرانقدر رقم اس کو اس غرض سے پیش کی کہ وہ سرکاری مطالبہ میں کچھ تخفیف کر دے لیکن وہ عادل تحصیلدار دنیا کو اسلامی عدل و انصاف کی خوبی سے واقف کرنے کی خاطر رشوت لینے سے انکار کر دیتا ہے اور حلبہ پیداوار کو دو حصوں میں تقسیم کر کے یہودیوں کو اختیار دیتا ہے کہ ان دونوں ڈھیروں سے جو بھی چاہو اٹھا لو۔ تحصیلدار کے اس عادلانہ فیصلہ کو دیکھکر یہودی انگشت بدندان ہو گئے اور بے اختیار بول اٹھے کہ اسی عدل و انصاف پر آسمان و زمین قائم ہیں۔

اسی طرح سے اسلامی انقلاب کے بعد جو اسلامی اسٹیٹ قائم ہوئی تو اسی میں سے ایسے گورنر پیدا ہوئے جو رعایا کے ساتھ مل جل کر انھیں جیسے گھروں میں رہتے سہتے تھے ان کیلئے "سکریٹریٹ" اور "گورنمنٹ ہاؤس" نہیں ہوتے بلکہ معمولی جھونپڑیوں میں گذارہ کرتے تھے۔ ان میں ایسے مجسٹریٹ وفاضل جج پیدا ہوئے جن میں سے ایک نے ایک یہودی کے خلاف خلیفۂ وقت کا دعویٰ خارج کر دیا وجہ یہ تھی کہ خلیفہ اپنے بیٹے اور غلام کے سوا کسی اور کو گواہ نہ پیش کر سکا۔ کیا موجودہ دنیا اس قسم کے اسٹیٹ کی نظیر پیش کر سکتی ہے۔

ان میں ایسے کمانڈر انچیف اور سپہ سالار پیدا ہوئے جن میں سے ایک نے دوران جنگ میں شہر خالی کرتے وقت ذمیوں کو ان کا پورا جزیہ واپس کر دیا اور کہا کہ اب ہم تمہاری حفاظت سے قاصر ہیں۔ لہذا جو ٹیکس ہم نے حفاظت کے معاوضہ میں لیا تھا ہمیں اس کے لینے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ ان میں ایسی پبلک پیدا ہوئی کہ جن کی اخلاقی حالت ایسی قابل تقلید تھی کہ اگر کبھی بھول چوک سے کوئی جرم سرزد ہو جاتا تو خود اقبال جرم کرتے اور بار بار تقاضا کرتے کہ انھیں گناہ سے پاک کیا جاوے۔ ان میں ایسے سپاہی پیدا ہوئے جو تنخواہ کی لالچ میں نہیں اپنے مسلک کی حفاظت میں اپنے خون کا آخری قطرہ بہانے کو تیار تھے وہ میدانِ جنگ میں مالِ غنیمت کی حرص میں نہیں جاتے بلکہ اپنے خرچ سے کلمۃ اللہ کی حفاظت کی خاطر جاتے اور جو کچھ مالِ غنیمت ہاتھ لگتا غایت امانت و دیانت سے سپہ سالار کی خدمت میں حاضر کر دیتے۔ ان میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے جن میں نسلی عصبیت ذات پات کی تفریق کالے گورے کا امتیاز و دیگر قبائح باعث لعنت تھیں اسلام لانے کے بعد وہی مساواتِ انسانی کے زبردست علمبردار بن گئے الغرض ان انقلابات کی ایک طویل فہرست ہے۔ (باقی ص۵۱ پر ملاحظہ ہو)